مختلف جنگوں میں پیغمبر اکرم ﷺ کی عسکری حکمت عملی

ڈاکٹر جواد حیدر ہاشمی[1]
drjawadhaider@yahoo.com

کلیدی کلمات: پیغمبر اکرم ﷺ، جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق، بصیرت، حکمت عملی، دفاع، لشکر اسلام

خلاصہ

پیغمبر اکرم ﷺ اللہ کے نبی اور صاحب معجزہ ہونے کے باوجود اپنے تمام امور بشمول عسکری مہمات کو معجزے کے ذریعے انجام نہیں دیتے تھے بلکہ موقعہ محل اور حالات کی درست تشخیص کے ساتھ بروقت صحیح فیصلوں اور بھر پور حکمت عملیوں کے ذریعے عادی طریقے سے انجام دیتے تھے۔آپؐ کو اپنی نبوت کے مختصر عرصے میں تبلیغی، سیاسی اور عسکری میدانوں میں جو بے مثال کامیابیاں ملیں کہ جن کی مثال اس سے پہلے تاریخ میں نہیں ملتی، یقیناً ان تمام کامیابیوں میں اللہ تعالی کی تائید و نصرت کے ساتھ ساتھ خود آپؐ کی بصیرت اور حکمت عملیوں کا بڑا دخل تھا۔ یہ آپؐ کی عسکری حکمت عملیوں ہی کا نتیجہ تھا کہ جنگوں میں مسلمان لشکر کی تعداد کم ہونے کے باوجود وہ اپنے سے کئی گنا بڑے لشکر کو شکست دے کر ہمیشہ فاتح میدان قرار پاتے تھے۔ آپؐ نے اپنے زمانے میں پیش آنے والی جنگوں میں اپنی عسکری حکمت عملیوں اور تدابیر کے جو جوہر دکھائے ہیں وہ آج کے دور کے مسلمانوں خصوصاً مسلم عسکری رہنماؤں کے لیے قابل تقلید ہے۔اس مقالے میں آپؐ کے عسکری تدابیر اور حکمت عملیوں کے بعض گوشوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مقدمہ

پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی کا ایک اہم حصہ جس کی طرف عام طور پر لوگوں کی توجہ کم ہوتی ہے وہ مختلف جنگوں میں آپ ﷺ کی سیاسی اور عسکری حکمت عملی ہے اور شاید یہ اس وجہ سے ہے کہ ہماری ایک عادت سی بن گئی ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کی زندگی کی تمام کامیابیوں اور کامرانیوں کو اعجاز اور معجزے کی نگاہ سے ہی دیکھتے ہیں۔ لیکن یہ درست نہیں ہے کہ آپؐ ہر کام کو معجزے کے ذریعے انجام دیتے تھے، بلکہ آپؐ کی بصیرت اور سیاسی و عسکری حکمت عملی کا ان کامیابیوں میں بڑا دخل ہوتا تھا۔ البتہ یہ درست ہے کہ انبیاءؑ معجزے دکھا سکتے تھے اور اللہ کی نصرت اور تائید ہمیشہ ان ہستیوں کو شامل حال رہتی تھی، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ ہم ان کی زندگی کے تمام کاموں کو اعجازِ الٰہی سمجھیں۔

اصولی طور پر انبیاء کرامؑ کی زندگی میں معجزہ کی ضرورت فقط بعض استثنائی موارد میں ہی پیش آتی تھی یعنی ایسے موارد میں جہاں حق کو پیش کرنا یا ثابت کرنا معجزہ الٰہی کے بغیر ممکن نہ ہو۔ اس طرزِ تفکر کی وجہ سے ہم اطاعت اور اتباع کے میدان میں ان کی عملی زندگی سے خاطر خواہ استفادہ سے محروم رہ جاتے ہیں کیونکہ ہم سوچتے ہیں کہ وہ تو فقط معجزہ الٰہی کی وجہ سے ان خصوصیات اور کمالات کے مالک تھے اور یہ نہیں سوچتے کہ ان میں یہ کمالات اور خصوصیات ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ منصب عطا فرمایا ہے اور وہ صاحب معجزہ بنے ہیں۔ مختصر یہ کہ کتاب و سنت سے حاصل ہونے والے شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرامؑ اور اولیاء اپنے مقدس اور پاک اہداف کے حصول کی خاطر فقط چند استثنائی موارد میں ہی معجزے دکھانے کے علاوہ باقی زندگی میں عام طور پر عادی طریقوں سے ہی استفادہ کرتے تھے۔

1۔ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامی، کراچی یونیورسٹی

اگر ہم پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ ایک انتہائی کامیاب رہنما تھے۔ آپؐ نے اپنی مختصر سی زندگی میں جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں ڈوبے ہوئے عرب کے معاشرے سے دین حق کی تبلیغ کا آغاز کیا اور مختصر سے عرصے میں اسلام کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔
دوسری طرف تبلیغ اسلام کے اس مختصر سے عرصے میں آپؐ پر بالواسطہ یا بلا واسطہ ۸۰ سے زیادہ چھوٹی بڑی جنگیں مسلط کی گئیں، لیکن آپؐ کی انتہائی اعلیٰ عسکری حکمت عملی کی وجہ سے آپؐ کو ان جنگوں میں بڑی بڑی کامیابیاں ملیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایک مذہبی لیڈر ہونے کے ساتھ ساتھ آپؐ ایک زبردست منجھے ہوئے فوجی سربراہ بھی تھے۔
اب یہاں اس مقالے میں ہم پیغمبر اکرم ﷺ کی بعض جنگوں کے اندر آپؐ کی عسکری حکمت عملی کا جائزہ پیش کرتے ہیں تاکہ امت مسلمہ کو اس سے رہنمائی حاصل ہوسکے۔

جنگ بدر

اسلام کی عظیم اور نمایاں جنگوں میں سے ایک جنگ بدر ہے۔ جو لوگ اس میں شریک ہوئے بعد میں وہ ایک خصوصی امتیاز حاصل کر گئے۔ ہجرت کے دوسرے سال جمادی الاول کے مہینے میں مسلمانوں کو خبر ملی کہ قریش کا ایک تجارتی وفد ابوسفیان کی سربراہی میں مکہ سے شام جارہا ہے پیغمبر اکرم ﷺ نے قافلہ کی تلاش میں ذات العشیرہ نامی جگہ تک ان کا پیچھا کیا اور دوسرے ماہ کی ابتداء تک وہیں رہے لیکن قافلہ ہاتھ نہیں آیا۔
یہاں پر ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ آج کے دور میں بھی کسی بھی جنگ میں دشمن کے اہداف، ان کی مخفی گاہ اور نقل و حرکت وغیرہ کے بارے میں معلومات کا حصول اس جنگ میں کامیابی کی طرف پہلا قدم ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر لشکر اور فوج کا سربراہ دشمن کی طاقت اور ان کے فوجیوں کی اندرونی حالات سے آگاہ نہ ہو تو ممکن ہے کہ پہلے ہی وار میں شکست کا سامنا کرنا پڑے۔
لہٰذا پیغمبر اکرم ﷺ کی بحیثیت سربراہ لشکر ہمیشہ یہی حکمت عملی رہی ہے کہ آپؐ سب سے پہلے اپنے دشمن کے بارے میں مختلف ذرائع سے معلومات حاصل کرلیتے تھے۔ جیسے ابن ہشام نے اپنی سیرت کی کتاب میں لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے بنی ساعدہ کے حلیف بسبس بن عمرو الجہنی اور بنی النجار کے حلیف عدی بن ابی الزغباء کو بدر کی جانب روانہ فرمایا تاکہ وہ دونوں ابوسفیان بن حرب وغیرہ کے متعلق خبر لے آئیں۔ (
1)ابوسفیان کے تجارتی قافلے کا پیچھا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے مکہ میں مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے تھے اور ان کے گھر بار، زمین اور مال و دولت پر جبری اور ناجائز قبضہ کرلیا تھا اور مسلمانوں کو وہ اموال واپس لوٹانے سے بھی انکار کردیا تھا۔ اسی لیے شرعی طور پر تو یہ جواز تھا ہی کہ قریش کے ظلم و ستم کے شکار مسلمان اپنے حق کے حصول کی خاطر ان کے تجارتی قافلے کا محاصرہ کرلیتے چونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں قرآن مجید میں اعلان فرما کر مظلوموں کو اپنے دفاع کا پورا پورا حق دیا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ'' (2)
ابوسفیان نے اپنے ایک بندے کے ذریعے مکہ میں قریش کے سرداروں سے اپنے قافلے کی مدد کے لیے نصرت چاہی۔ سرداران قریش باہمی مشورے کے بعد ایک مسلح لشکر کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کو جب یہ خبر ملی کہ قریش کا قافلہ ابوسفیان کی مدد کے لیے مکہ سے روانہ ہوا ہے تو یہاں آپؐ کو ایک عجیب دوراہے کا سامنا کرنا پڑا کہ کیا ان کے مقابلے کے لیے یہاں رکنا چاہیے یا واپس مدینہ جانا چاہیے اور ممکن ہے کہ مدینہ واپس جانے کی صورت میں دشمن کے حوصلے بلند ہوں اور وہ مرکزِ اسلام پر چڑھائی کردے اور اسلام اور مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچائے۔ دوسری طرف چونکہ یہ بھی آپؐ کے پیش نظر تھا کہ انصار مدینہ نے بیعت عقبہ میں آپؐ کے ساتھ فقط ایک دفاعی معاہدہ کیا

تھاکہ اگر کوئی اسلام یا پیغمبر اکرم ﷺ کو نقصان پہنچانے کے لیے مدینہ پر حملہ کرے تو وہ ان کا دفاع کریں گے۔ جیسا کہ علامہ شبلی نعمانی نے بھی اس مطلب کی تصریح کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

عموماً اربابِ سیر و محدثین نے تصریح کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انصار کی رضامندی جو خاص طور پر دریافت کی اس کی وجہ یہ تھی کہ انصار نے مکہ میں جب آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی تو صرف یہ اقرار کیا تھا کہ جب کوئی دشمن خود مدینہ پر حملہ آور ہوگا تو انصار مقابلہ کریں گے۔ یہ اقرار نہ تھا کہ مدینہ سے باہر نکل کر بھی لڑیں گے۔(3) اور مسلمانوں کے قافلے میں اکثریت بھی انصار ہی کی تھی اور مہاجرین کم تعداد میں تھے۔ اور پھر مزید یہ کہ مسلمان جنگی تیاری کے ساتھ بھی نہیں آئے تھے اور روحانی اور نفسیاتی طور پر جنگ کے لیے تیار نہیں تھے۔ اب اس نازک موقع پر پیغمبر اکرم ﷺ نے بحیثیت سردار لشکر یہ حکمت عملی اختیار فرمائی کہ جنگ کرنے یا نہ کرنے کے اہم فیصلے میں تمام مسلمانوں کو شریک کیا جائے اس لیے ان سے مشورہ لینا شروع کیا تاکہ جنگ یا عدم جنگ دونوں صورتوں میں تمام مسلمانوں کی حتمی آراء شامل ہوں اور پھر کسی کے سامنے عذر یا مخالفت کا کوئی راستہ باقی نہ رہ جائے۔

اس وقت کئی صحابہ کرامؓ نے مشورہ دیا جو تاریخ میں محفوظ ہے جن میں جناب مقدادؓ بن عمرو نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپؐ کو جس کام کو مناسب بتائے وہ کیجئے ہم آپؐ کے ساتھ ہیں واللہ ہم آپ سے بنی اسرائیل کی طرح جیسا کہ انہوں نے موسیٰؑ سے کہا تھا نہ کہیں گے کہ: اذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ۔ یعنی: ''آپ اپنے پروردگار کے ساتھ جائیں اور دونوں مل کر جنگ کریں ہم بے شک یہیں بیٹھے رہنے والے ہیں''۔ بلکہ ہم تو یوں کہیں گے کہ آپؐ اور آپ کا پروردگار دونوں چلیں ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر جنگ کرنے والے ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپؐ ہمیں برک الغماد تک بھی لے چلیں تو ہم اس کی راہ میں صبر سے یہاں تک آپ کا ساتھ دیں گے کہ آپ وہاں پہنچ جائیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی اور اس کے سبب سے ان کے لیے دعا فرمائی۔ پھر انصار صحابہ نے بھی پیغمبر اکرم ﷺ کو جنگ کا مشورہ دیا۔(4) سورہ مائدہ 24 آیت

تو مسلمانوں کے نظریات اور مشوروں کے باہمی تبادلے کے بعد آخر میں پیغمبر اکرم ﷺ نے فیصلہ کرلیا کہ قریش والوں سے جنگ کی جائے۔ آپؐ کی جانب سے صحابہ کرامؓ سے مشورہ لینے سے ان کے حوصلے بھی بلند ہوگئے اور انہیں اپنی اہمیت اور وقار کا بھی اندازہ ہوگیا اس لئے انہوں نے اس موقع پر آپؐ کا بھرپور ساتھ دینے کا اعلان کیا۔

عرب کی رسم کے مطابق جنگ کے آغاز میں تن بہ تن لڑائی ہوتی تھی اور پھر اس کے بعد اجتماعی لڑائی شروع ہوتی تھی۔ جب اجتماعی لڑائی شروع ہوئی اور کفار نے مل کر لشکر اسلام پر حملہ کیا تو پیغمبر اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ مسلمان صف بہ صف کھڑے ہوں اور آگے بڑھ کر حملہ کرنے کی بجائے تیر اندازی کے ذریعے بڑھتے ہوئے حملوں کو روک لیں۔(5) آپ ﷺ کی اس حکمت عملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ چونکہ مسلمان اپنے مقام پر دفاعی پوزیشن اختیار کیے ہوئے فقط تیر اندازی کرتے رہے، اس لیے دشمنوں کے آگے بڑھتے ہوئے لشکر کی ایک کثیر تعداد ان تیروں کی زد میں آگئی اور انہیں کافی سارا نقصان اٹھانا پڑا۔

بعد میں جب گھمسان کی جنگ شروع ہوئی تو اس وقت پیغمبر اکرم ﷺ سردار لشکر ہونے کے باوجود خود سب سے آگے بڑھ بڑھ کر دشمنوں پر حملے کرتے رہے، اس سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوتے اور وہ اپنی پوری طاقت سے جنگ کرتے۔ نتیجتاً جنگ کے اختتام پر دیکھا کہ مسلمانوں کے فقط گیارہ (یا تیرہ) افراد شہید ہوئے اور کفار قریش کے ستر افراد قتل ہوئے اور مزید ستر افراد گرفتار ہوئے۔(6)

مختلف جنگوں میں پیغمبر اکرم ﷺ کے سب سے آگے بڑھ بڑھ کر شجاعت کے ساتھ جنگ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے امیر المؤمنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ''كنّا اذا احمرّ الباس اتّقينا برسول الله فلم يكن احد منّا اقرب الى العدوّ منه''۔(7) یعنی جب کارزار جنگ میں شدت آجاتی تو ہم رسول خدا ﷺ کی پناہ میں آجاتے تھے، اور ہم میں سے کوئی بھی دشمن کے اتنا نزدیک نہ ہوتا جتنا آپؐ قریب ہوتے۔

جنگ بدر میں نہ صرف یہ کہ کفار قریش کی تعداد مسلمانوں سے تین گنا زیادہ تھی، بلکہ ان کے پاس جنگی ساز و سامان بھی مسلمانوں کی نسبت زیادہ تھا، لیکن اس کے باوجود انہیں اس جنگ میں شکست ہوئی اور مسلمان تعداد میں کم ہونے کے باوجود فاتح میدان قرار پائے۔ تو اس عظیم فتح و کامرانی کا بنیادی سبب اللہ رب العزت کی نصرت اور تائید کے ساتھ ساتھ پیغمبر اکرم ﷺ کی مدبرانہ قیادت اور عسکری حکمت عملی ہی تھی۔ کیونکہ آپؐ نے مسلمانوں کے اندر جہاد اور شہادت کا جو جذبہ اور شوق پیدا فرمایا تھا یہ اسی کا نتیجہ ہی تھا کہ مسلمان نے بلاخوف جاں پوری قوت کے ساتھ ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دی، اور اسلام کو پورے عرب میں منوایا۔

جنگ احد

جنگ بدر میں قریش کو مسلمانوں کے ہاتھوں انتہائی ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا اور ابوجہل، عتبہ اور شیبہ جیسے بڑے بڑے سرداروں سمیت ستر افراد قتل ہو گئے تھے اور ستر افراد گرفتار بھی ہو گئے تھے، یوں مکہ کے اندر قریش کے تقریباً ہر قبیلے اور خاندان کو اس جنگ سے شدید نقصان پہنچا تھا اور سبھی اس سے متاثر تھے۔ لہٰذا انتقام کی ایک آگ ان کے اندر پنپ رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بدر میں شکست کے بعد ابوسفیان اور قریش کے لوگوں نے شام سے آنے والے تجارتی سامان اور وسائل کو استعمال کیے بغیر سنبھال کر رکھا تھا تاکہ اسے مسلمانوں کے خلاف انتقامی جنگ کے موقع پر استعمال میں لایا جا سکے، پھر اسی مقصد کے تحت انہوں نے اس تجارتی سامان کو بیچ کر اس کے پیسوں سے ہتھیار اور جنگی ساز و سامان خریدا تھا اور مسلمانوں سے جنگ بدر کا بدلہ لینے کے لیے جنگ کی تیاری شروع کی تھی۔ (8)

لہٰذا یہ لوگ بغض اور انتقام کے جذبے کی وجہ سے آگ بگولہ ہو کر مدینہ منورہ میں مسلمانوں پر حملہ کرنے نکلے تھے۔ لہٰذا اس جنگ میں ان کے مقابلے کے لیے بحیثیت سپہ سالار پیغمبر اکرم ﷺ کی کئی اہم حکمت عملیاں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ مسلمانوں کو جب کفار قریش کے لشکر کے آنے کی خبر ملی تو پیغمبر اکرم ﷺ نے سب سے پہلے اپنے صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا اور اس کے بعد اپنے دفاع کے لیے مدینہ سے باہر نکلنے کا فیصلہ فرمایا اور لشکر کے ساتھ نکل پڑے اور احد کے مقام پر دشمن کے مدمقابل پہنچے۔

احد کے نزدیک پہنچ کر آپؐ نے ایک صحابی حباب بن منذر بن جموح کو دشمن کے عزائم اور تعداد کا پتہ لگانے کے لیے خفیہ طور پر بھیجا اور انہیں سختی کے ساتھ تاکید کی کہ جب وہ واپس آئیں تو لوگوں کے سامنے دشمن کی تعداد کم بتائیں زیادہ نہ بتائیں۔ (9) اس سے آپؐ کی دو عسکری حکمت عملیاں سامنے آتی ہیں، ایک تو دشمن کی افرادی قوت اور طاقت اور عزائم کا پتہ لگانے کی خاطر جاسوس کو دشمن کی فوج میں بھیجنا تاکہ دشمن کی طاقت کے بارے میں صحیح علم و آگاہی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا جا سکے۔

اور دوسری آپؐ کا حباب بن منذر سے یہ فرمانا کہ دشمن کی تعداد لوگوں کے سامنے کم بتانا زیادہ نہ بتانا۔ تاکہ اگر دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہو تو اس کو جان کر مسلمانوں کے حوصلے پست نہ ہو جائیں، بحیثیت سپہ سالار میدان جنگ میں یہ بھی آپؐ کی ایک زبردست حکمت عملی تھی جس کے تحت جنگ کے حساس موقع پر آپؐ اپنے لشکر کے حوصلے کمزور ہونے والے ہر کام اور خبر کو لوگوں میں عام ہونے سے روکتے تھے جس سے مسلمان بغیر کسی احساس کمتری کے پوری قوت کے ساتھ دشمن سے مقابلے کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔

اس کے علاوہ مختلف جنگوں کے موقع پر پیغمبر اکرم ﷺ کی ایک اور عسکری حکمت عملی یہ ہوتی تھی کہ سب سے پہلے آپؐ اچھی طرح جنگی مقام کا جائزہ لیتے تھے اور ایسی جگہ پہنچنے کی کوشش کرتے کہ جہاں سے بہ آسانی دشمن سے دفاع کر سکے اور دشمن پر کامیابی حاصل کرنے کے امکانات زیادہ سے زیادہ ہوں۔ اسی حکمت عملی کے تحت پیغمبر اکرم ﷺ نے اس جنگ میں احد کے مقام پر احد پہاڑ کی گھاٹی میں اتر کر احد پہاڑ کو اپنے لشکر کی پشت کی جانب کر دیا۔ (10)

جگہ کے انتخاب کے سلسلے میں آپؐ کا یہ فیصلہ انتہائی اہمیت کا حامل تھا کیونکہ پہاڑ کو پشت کی جانب رکھنے سے مسلمانوں کو یہ فائدہ ملتا کہ دشمن کم از کم پیچھے سے حملہ نہیں کر سکتے لہٰذا صرف سامنے کی جانب سے دشمن کے حملے کا امکان رہ جاتا تھا، اس سے سپاہیوں کو صرف اپنے سامنے سے دشمن کے حملات کو روکنا پڑتا، اور یہ کام چاروں جانب سے دشمن کا مقابلہ کرنے کی نسبت نسبتاً آسان تھا۔ لیکن اسی دوران آپ اس بات کی

طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ احد کی پہاڑی کے درمیان ایک جگہ ایسی ہے جہاں سے نسبتاً آسانی سے گزرا جا سکتا ہے۔آپؐ عسکری لحاظ سے اس مقام کی اہمیت کو فوراً سمجھ جاتے ہیں اور اس مقام سے دشمن کے نفوذ کو روکنے کی غرض سے حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ کی سربراہی میں پچاس تیر اندازوں کے دستے کو اسی مقام اور مورچے کی حفاظت پر متعین فرماتے ہیں۔(11)اور انہیں انتہائی سختی سے تاکید فرماتے ہیں کہ وہ کسی بھی حال میں اس مورچے کو نہ چھوڑیں۔آپ ﷺ نے تیر اندازوں کے دستے کو جو ہدایات دی تھیں وہ تاریخ میں محفوظ ہیں۔

سیرت حلبیہ میں پیغمبر اکرم ﷺ کی جانب سے عبد اللہ بن جبیر اور اس کے دستے کو اس مورچے کی حفاظت کے حوالے سے کی جانی والی نصیحتیں کئی انتہائی تاکیدی جملوں اور عبارتوں کے ساتھ نقل ہوئے ہیں، جیسے آپؐ نے ان سے فرمایا: تم مشرکوں کے گھوڑے سوار دستوں کو تیر اندازی کرکے ہم سے دور ہی رکھنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ پشت کی طرف سے ہم پر حملہ کر دیں۔اور ہمیں چاہے فتح ہو یا شکست تم لوگ اپنی جگہ سے مت ہلنا۔ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اگر تم پرندوں کو بھی ہم پر اچکتے ہوئے دیکھو تب بھی اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا سوائے اس کے کہ میں خود ہی تم کو بلا بھیجوں۔اگر تم یہ دیکھو کہ ہم اپنے دشمن پر فتح پا گئے ہیں اور ان کو روندتے ہوئے پیش قدمی کر رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ سے مت ہلنا سوائے اس کے کہ میں تمہیں بلواؤں۔

جبکہ ایک اور رویت میں اس طرح ہے کہ: اگر تم ہمیں مال غنیمت جمع کرتے ہوئے بھی دیکھو تب بھی ہمارے ساتھ شریک ہونے کی کوشش مت کرنا۔ایک اور رویت کے مطابق آپؐ نے تیر اندازوں کے دستے کو حکم دیا کہ: تم اپنی جگہ ڈٹے رہنا اور وہاں سے مت ہلنا، اگر تم یہ دیکھو کہ ہم دشمن کو شکست دے کر ان کا پیچھا کرتے ہوئے ان کے پڑاؤ میں بھی داخل ہو گئے ہیں تب بھی تم اپنی جگہ مت چھوڑنا۔اور اگر تم ہمیں قتل ہوتے ہوئے دیکھو تو بھی ہماری مدد کو مت آنا اور نہ ہی دشمن کو پیچھے دھکیلنے کے لیے بڑھنے کی کوشش کرنا، بلکہ ان کو تیر اندازی سے ہی روکنا کیونکہ گھوڑے سوار لشکر تیروں ہی کی بوچھاڑ سے روکا جا سکتا ہے۔جب تک تم اپنی جگہ جمے رہو گے ہم دشمن پر غالب رہیں گے۔اے اللہ! میں تجھے ان پر گواہ بناتا ہوں۔(12)

بحار الانوار میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے عبد اللہ بن جبیر سے فرمایا: اگر ہم ان کو شکست دینے کے بعد بھگا کر مکہ بھی پہنچا دیں تب بھی اس جگہ کو نہ چھوڑیں، اور اگر دیکھو کہ وہ ہم کو شکست دے کر ہمیں مدینہ تک بھگا دیں تب بھی اس مقام کو نہ چھوڑنا۔(13)

پیغمبر اکرم ﷺ کی ان تاکیدات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپؐ دشمن کے نفوذ کے راہوں کے ادراک میں کتنی مہارت رکھتے تھے جن کے سد باب کے لیے آپ وہاں خصوصی عسکری دستے تعینات فرما رہے ہیں۔آپؐ کی جانب سے وہاں عسکری دستے تعینات کرنے کی حکمت عملی کتنی اہمیت کی حامل تھی اس کا اندازہ اس جنگ کے نتیجے سے ہو جاتا ہے کہ جب ان تیر اندازوں نے آپؐ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور دشمنوں کی ابتدائی شکست اور فرار کے بعد مال غنیمت جمع کرنے کے لیے دوڑ پڑے اور مورچے کو خالی چھوڑا تو دشمنوں نے اسی تنگہ سے آکر بے فکری سے مال غنیمت جمع کرنے والے مسلمانوں پر چڑھائی کر دی اور یوں احد میں جیتی ہوئی مسلمانوں کی جنگ بظاہر شکست میں تبدیل ہو گئی۔

جیسے کہ سیرت حلبیہ میں ہی ہے کہ مسلمانوں نے جب دشمن کو بھاگتے دیکھا تو ان کا پیچھا کرکے ان کے ہتھیار لینے اور مال غنیمت جمع کرنے لگے۔اسی وقت مسلمانوں کا وہ تیر انداز دستہ جس کو آنحضرت ﷺ نے پہاڑی پر تعینات کرکے حکم دیا تھا کہ کسی بھی حال میں اپنی جگہ سے نہ ہلیں، وہاں سے مال غنیمت جمع کرنے کے لئے بھاگا۔عبد اللہ بن جبیر ان کو روکتے رہے لیکن وہ نہ رکے یوں خالد بن ولید نے عکرمہ بن ابی جہل اور اپنے لشکر کے ساتھ اسی مقام سے آکر حملہ کر دیا اور عبد اللہ بن جبیر سمیت ان کے چند مزاحمت کرنے والے ساتھی اور دوسرے بہت سے مسلمانوں کو شہید کر دیا۔(14)یوں مسلمانوں کی جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہو گئی۔تو اس کا مطلب ہے کہ اگر مسلمان جنگی لحاظ سے اہمیت کی حامل تنگہ احد کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ کی اہم تشخیص کو سمجھ لیتے اور آپؐ کے حکم کے مطابق اسی مورچے کی حفاظت کرتے تو جنگ احد کا نتیجہ مسلمانوں کے خلاف نہ جاتا۔اور اس جنگ میں بھی مسلمان ہی فاتح میدان رہتے۔

احد میں ستر مسلمانوں کی شہادت اور جدائی سے دل مغموم ہونے کے باوجود ایک اور اہم عسکری اقدام کے ذریعے پیغمبر اکرم ﷺ دشمن کی دوبارہ جارحیت کی کوشش کو ناکام بناتے ہیں۔ جنگ احد میں مسلمانوں کے کافی نقصان کے بعد جب مسلمان واپس مدینہ پہنچے تو انہیں خبر ملی کہ دشمن دوبارہ مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں۔ تو پیغمبر اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے مدینے سے باہر نکلیں۔ احد میں شریک سارے مسلمان نکل پڑے۔ اس کا مقصد دشمن کو خوفزدہ کرنا تھا تاکہ وہ یہ نہ سوچیں کہ مسلمان کمزور پڑ گئے ہیں۔ (15)

یہی وجہ ہے کہ جب قریش والوں کو پتہ چلا کہ پیغمبر اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ ان کے مقابلے کے لیے دوبارہ میدان میں نکلے ہیں تو وہ اس خوف سے کہ کہیں احد میں بظاہر جیتی ہوئی جنگ شکست میں ہی تبدیل نہ ہو جائیں، مسلمانوں کا سامنا کیے بغیر راستے سے ہی واپس چلے جاتے ہیں۔ اور یوں آپؐ کی جانب سے دشمن کو خوفزدہ کرکے بھگانے کی پالیسی اور حکمت عملی کامیاب ہو جاتی ہے۔

جنگ احد سے متعلق ایک اور اہم بات یہ ہے کہ جب پیغمبر اکرم ﷺ کو مدینے میں یہ اطلاع ملی تھی کہ قریش مسلمانوں پر حملہ کرنے کے ارادے سے مکہ سے نکلے ہیں تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا تھا تو اس وقت بعض نے مدینہ میں ہی رہ کر جنگ کرنے کا مشورہ دیا تھا جبکہ بعض صحابہ کرام خصوصاً نوجوان صحابہ نے مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اور پیغمبر اکرم ﷺ نے مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے کے مشورے کو پسند فرمایا تھا اور مسلمانوں کو نکلنے کا حکم دیا تھا تو اس وقت تقریباً ایک ہزار مسلمان مدینے سے نکلے تھے، لیکن مدینہ سے نکلنے کے بعد احد پہنچنے سے پہلے ایک مقام پر عبد اللہ بن ابی نے یہ بہانہ بنا کر کہ آپؐ نے اس کے مشورے پر عمل نہیں کیا اور دوسروں کے مشورے پر عمل کیا، ایک تہائی لشکر کو لے کر مدینہ واپس چلا گیا۔ (16)

عسکری نقطہ نظر سے یہ ایک انتہائی حساس اور پیچیدہ معاملہ تھا، کیونکہ دشمن کی تعداد ویسے بھی زیادہ تھی اور مسلمان کم تعداد میں تھے، لیکن اس پر مزید یہ کہ اچانک لشکر اسلام سے تین سو سپاہیوں کا لڑنے سے انکار کرتے ہوئے واپس چلے جانے سے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے حوصلے پست ہونے کا خدشہ تھا بلکہ اس سے دشمن کا حوصلہ بھی مزید بڑھ جاتا، لیکن اس حساس اور نازک موڑ پر بھی آپؐ کی عسکری حکمت عملی نمایاں طور پر نظر آتی ہے اور آپؐ ایک بار پھر مشورے کے ذریعے لوگوں کو فیصلے میں شریک کرتے ہیں اور انہیں حوصلہ دے کر دشمن سے مقابلہ پر آمادہ فرماتے ہیں۔ اور یوں مسلمان نہ صرف یہ کہ بلا خوف وخطر دشمن سے جنگ کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، بلکہ جنگ کے آغاز میں دشمن پر کاری ضرب لگانے میں بھی کامیاب ہو جاتے ہیں۔

جنگ خندق

جنگ خندق (احزاب) پیغمبر اکرم ﷺ اور اسلام کے خلاف اسلام دشمن قوتوں کی جانب سے سب سے بڑا عسکری اقدام تھا۔ اس جنگ میں قریش مکہ، یہودیوں اور جزیرۃ العرب کے بہت سارے بت پرست قبائل نے مل کر یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ پیغمبر اکرم ﷺ اور مسلمانوں کا کام تمام کر دیں۔ اس جنگ کے دوران بھی ہمیں پیغمبر اکرم ﷺ کی انتہائی زبردست عسکری حکمت عملی کا پتہ چلتا ہے۔ جب آپؐ کو خبر ملی کہ مدینہ پر چڑھائی کرنے کی غرض سے ابوسفیان کی قیادت میں دس ہزار جنگجوؤں پر مشتمل کفار کا ایک بہت بڑا لشکر آ رہا ہے تو آپؐ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ اس موقع پر صحابہ کرامؓ نے مختلف مشورے دیئے۔ ان میں سے حضرت سلمان فارسیؓ جو ایران کے فنونِ جنگ سے واقف تھے، انہوں نے کہا کہ فارس کے علاقہ میں جب بھی لوگوں کو کسی خطرناک دشمن کا سامنا ہوتا ہے تو وہ شہر کے ارد گرد ایک گہری خندق کھود دیتے ہیں۔ تو کیا آپؐ بھی خندق کھودنے کو پسند فرمائیں گے؟ مسلمان اس مشورے پر خوش ہو جاتے ہیں اور یوں خندق کھودنے کا فیصلہ ہوتا ہے، پیغمبر اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ بذات خود خندق کی کھدائی کے لیے مناسب مقام دیکھنے کے لیے جاتے ہیں اور پھر خندق کے مقام کا تعین فرمانے کے بعد اسی دن خندق کی کھدائی کا کام شروع کر دیتے ہیں، اور آپؐ بذات خود خندق کی کھدائی میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں۔ (17)

خندق کی کھدائی جیسے کٹھن اور خستہ آور کام کے دوران آپؐ کی ایک اہم سیرت اور مسلمانوں کے لیے حوصلہ افزا حکمت عملی یہ سامنے آتی ہے کہ آپؐ نبی اور اپنے لشکر کے سپہ سالار ہونے کے باوجود بذات خود عام مسلمانوں کے ساتھ خندق کھودنے میں شریک ہو جاتے ہیں جس سے خندق کھودنے والے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوتے ہیں اور وہ مزید جوش و جذبے کے ساتھ کام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خندق کھودنے کا انتہائی مشکل اور سخت کام مختصر وقت میں مکمل ہو جاتا ہے۔ آپؐ کا یہ عمل آج کے دور کے سیاسی اور عسکری رہنماؤں کے لیے بھی یقیناً مشعل راہ ہے کہ وہ بھی اپنے ماتحت افراد کے کاموں میں شریک ہو کر نہ صرف ان کی حوصلہ افزائی کریں بلکہ ان کی مدد بھی کریں۔
دس ہزار جنگجوؤں پر مشتمل دشمن کے اتنے بڑے لشکر کے مقابلے کے لیے آپؐ کی جانب سے خندق کھودنے کا فیصلہ آپؐ کی عسکری مہارت اور تدبیر کا منہ بولتا ثبوت ہے کیونکہ اس اہم عسکری نوعیت کے فیصلے کا فائدہ اس جنگ کے نتیجے سے سامنے آتا ہے کہ اس زمانے کے لحاظ سے جدید عسکری ساز و سامان سے لیس مسلمانوں کی تعداد سے کئی گنا زیادہ تعداد پر مشتمل لشکر کو آپؐ اپنی اس دفاعی حکمت عملی کے ذریعے بالکل بے بس کر کے رکھ دیتے ہیں۔ وہ لشکر جو ابوسفیان کی قیادت میں مسلمانوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ٹھکانے لگانے کے ناپاک ارادے سے مدینے پر حملہ آور ہوا تھا، اپنے ارادے میں ناکام ہو کر واپس پلٹنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور یوں مسلمان ان کی سازشوں اور حملے سے محفوظ رہتے ہیں۔
اس جنگ کے دوران مسلمانوں کو اندرونی طور پر مدینے کے یہودیوں کی سازش کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مدینے کے قبیلہ بنی قریظہ کے یہودیوں نے جب یہ دیکھا کہ دشمن کی تعدا بہت زیادہ ہے اور مسلمان سپاہیوں کی تعداد بہت کم ہے تو وہ سوچنے لگے کہ یقینا اس جنگ میں کفار مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں گے اس لیے اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے اپنے دلوں میں چھپے ہوئے کینے اور دشمنی کی بنیاد پر مختلف طریقوں سے کفار کی مدد کرنے لگے اور مدینے میں مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں اور گھروں کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کرنے لگے۔
اس لیے اس جنگ میں پیغمبر اکرم ﷺ نے مدینہ شہر میں یہودیوں کی جانب سے کی جانے والی داخلی سازشوں اور جارحیت رکوانے کے لیے بھی انتہائی بصیرت افروز دفاعی تدابیر اپنائی۔ مسلمانوں کے مخبروں نے پیغمبر اکرم ﷺ کو یہ خبر دی کہ بنو قریظہ کے یہودی مدینے کے اندر رہنے والے مسلمان بچوں اور عورتوں کو نقصان پہنچانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ یہ خبر اس وقت پہنچی جب مسلمان خندق کے کنارے دشمن کے نفوذ کو روکنے کے لیے حفاظتی سرگرمیوں میں مشغول تھے۔ آپؐ نے فوراً مسلمہ بن اسلم کو دو سو سپاہیوں اور زید بن حارثہ کو تین سو (ٹوٹل پانچ سو) سپاہیوں کے ساتھ مامور کیا کہ وہ شہر میں نعرہ تکبیر لگاتے ہوئے گشت کریں اور مدینہ کی حفاظت کریں اور بنو قریظہ کی جارحیت کو روکیں۔ (18)
اس حکمت عملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ داخلی طور پر بنی قریظہ کے یہودیوں اور قریش کی خفیہ سازشوں سے محفوظ رہا اور خصوصاً نعرہ تکبیر کی صداؤں کو سن کر نہ صرف مدینہ میں رہنے والے مسلمانوں اور عورتوں اور بچوں کا خوف جاتا رہا بلکہ یہودیوں اور دشمنوں کے اوپر مسلمانوں کا رعب طاری ہوا اور وہ مزید سازش کرنے اور مدینے کے اندر رہنے والے مسلمان بچوں اور عورتوں کو نقصان پہنچانے سے باز رہے۔

جنگ موتہ

اسلام کی جنگوں میں سے ایک اور اہم جنگ، جنگ موتہ ہے۔ یہ جنگ مسلمانوں اور اس وقت کے سپر پاور روم کے درمیان چھڑی اس جنگ میں اگرچہ خود پیغمبر اکرم ﷺ نے ذاتی طور پر شرکت نہیں فرمائی لیکن اس کے باوجود اس میں آپؐ کی بعض حکمت عملیاں روز روشن کی طرح ظاہر ہیں۔ آپؐ کی جانب سے روم بھیجے ہوئے سفیر کو بادشاہ قیصر کے آدمیوں کی طرف سے قتل کئے جانے کے بعد آپؐ نے فیصلہ کر لیا کہ رومیوں کے غرور کو خاک میں ملایا جائے، اس مقصد کی تکمیل کی خاطر آپؐ نے تین ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک لشکر حضرت زید بن حارثہؓ کی سربراہی میں تیار فرمایا اور حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کو بالترتیب ان کا جانشین بنا کر روم کی طرف روانہ فرمایا۔ (19)

اس مختصر سے لشکر کے مقابلے کے لئے ہرقل قیصر روم دولاکھ جنگجوؤں کو لے کر مقابلے کے لئے آیا، جن میں ایک لاکھ رومیوں کی فوج اور ایک لاکھ فوج قبائل لخم وجذام اور بہراء اور قین اور بلی سے جمع کی گئ تھی۔(20) لیکن لشکر اسلام نے ایمانی جذبے اور شوق شہادت کی خاطر اس عظیم لشکر سے ٹکر لینے کا فیصلہ کر لیا۔

اس جنگ میں اگرچہ لشکر اسلام کے تینوں سردار حضرت زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبد اللہ بن رواحہ یکے بعد دیگرے درجہ شہادت پر فائز ہو گئے اور باقی لشکر خالد بن ولید کی سربراہی میں مدینہ واپس آ گیا، اور یوں جنگ موتہ میں اگرچہ ظاہری طور پر مسلمانوں کو شکست ہوئی اور ان کے سردار شہید ہو گئے اور قریش اس کو مسلمانوں کی کمزوری قرار دینے لگے۔ لیکن صحیح اور دقیق جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں پیغمبر اکرمﷺ کی حکمت عملی کے عین مطابق اسلام کو تبلیغی اور سیاسی لحاظ سے بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی چونکہ اس وقت کی دنیا میں دو طاقتور ترین حکومت ایران اور روم کی تھی۔ اور باقی سارے ممالک ایک لحاظ سے ان کے زیر تسلط رہتے تھے اور کسی کو یہ جرات نہیں ہوتی تھی کہ وہ ان دو طاقتوں سے مقابلے کی فکر کرے اور ایران کے خلاف مختلف جنگوں میں روم کی کامیابی کی وجہ سے اس کو ایک فوقیت بھی حاصل تھی۔ اور مزید یہ کہ جزیرۃ العرب مشرق کی طرف سے ایران اور مغرب کی طرف سے روم کے محاصرے میں تھا اور دونوں عالمی طاقتوں کا مفاد بھی اس علاقے سے وابستہ تھا۔ لیکن جنگ موتہ نے بڑی طاقتوں خصوصاً روم کو یہ پیغام دیا کہ ان کی حکومت اور طاقت کا وقت اپنے اختتام کو پہنچنے والا ہے اور ایک تیسری قدرت اور طاقت اسلام کے نام سے دنیا میں ظہور پذیر ہے، کہ جس کے پیروکار اپنے دین اور پیغمبرﷺ کے ساتھ ایک خالص ایمانی تعلق رکھتے ہیں اور اپنے مقدس اہداف اور حق کے نصرت کی خاطر اپنے دشمنوں سے چاہے وہ ظاہری عدد اور طاقت میں برتری ہی کیوں نہ رکھتے ہوں، پوری قوت کے ساتھ ان سے ٹکرانے کے لئے تیار ہیں۔ اور یہی بات دشمنوں کے دلوں میں رعب و دبدبہ ایجاد کرنے کے لیے کافی ہے۔

دوسری طرف خود مسلمانوں اور دوسرے عربوں کے سامنے بھی یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر اپنے نبیؐ کی بے چون وچرا اطاعت کرتے ہوئے ایمانی طاقت کے ساتھ لڑیں تو اپنے سے ساٹھ گنا زیادہ عددی برتری رکھنے والی فوج کے غرور اور تکبر کو بھی خاک میں ملانا ممکن ہے۔ اس جنگ سے نہ صرف دنیا نے مسلمانوں کی جانب سے اپنے نبیؐ کی بے لوث اطاعت اور جاں نثاری کو مشاہدہ کیا بلکہ خود مسلمانوں کے حوصلے بھی بہت بلند ہو گئے اور بعد کے معرکوں اور فتوحات کے لیے یہ ایک مقدمہ قرار پائی۔

فتح مکہ

صلح حدیبیہ میں مسلمانوں اور قریش کے درمیان آئندہ دس سالوں تک جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہوا تھا لیکن ہجرت کے آٹھویں سال قریش کے ہم پیمان بنی بکر نے مسلمانوں کے ہم پیمان بنی خزاعہ پر زیادتی کی تو قریش نے ہتھیاری ساز و سامان کے ساتھ بنی بکر کی مدد کی اور یوں صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کی۔(21)

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اگر قریش کے ہم پیمان نے مسلمانوں کے حلیف قبیلے کے خلاف زیادتی کی ہے تو وہ صلح حدیبیہ پر کاربند رہتے ہوئے نہ صرف اس لڑائی میں فریق نہ بنیں بلکہ ان کے مابین صلح کرانے کی کوشش کریں لیکن انہوں نے صلح حدیبیہ کے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور یوں ایک لحاظ سے اس معاہدے کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔ تو قریش کی زیادتی اور معاہدے کی خلاف ورزی پر پیغمبر اکرمﷺ نے مکہ فتح کرنے کا ارادہ فرمایا اور مسلمانوں کو مکہ کی طرف جانے کا حکم صادر فرمایا لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ اس تیاری کی خبر اہل مکہ کو نہ ہو اور ہم ایک دم ان پر جا پڑیں۔(22)

یہاں پر پیغمبر اکرمﷺ کی ایک انتہائی اہم حکمت عملی نظر آتی ہے اور وہ دشمن کو بے خبر رکھنے کی حکمت عملی ہے۔ کسی بھی جنگ میں دشمن کو اپنے عسکری اہداف سے بے خبر رکھنا بہت اہم ہوتا ہے، تاکہ مکمل منصوبہ بندی کے مطابق دشمن پر کاری ضرب لگائی جاسکے، لیکن اگر دشمن باخبر ہو جائے تو پھر وہ اپنے دفاع کا انتظام اور بندوبست کرے گا یوں اس جنگ میں پھر خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ تو فتح مکہ کے موقع پر

پیغمبر اکرم ﷺ اس اہم حکمت عملی کو اختیار فرماتے ہیں اور مکہ کے مسلمانوں کو عسکری ساز و سامان کی تیاری کا حکم دیتے ہیں لیکن اپنے مقصد سے حتیٰ انہیں بھی آخری لحات تک آگاہ نہیں فرماتے۔ لہٰذا انتہائی رازداری کے ساتھ سارے معاملات کو انجام دینے کے بعد آخر میں مکہ کی جانب روانہ ہونے کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ یوں اس کا فائدہ آگے چل کر فتح مکہ کی صورت میں سامنے آتا ہے۔اس موقع پر پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ دس ہزار افراد پر مشتمل لشکر مکہ کی جانب روانہ ہوتا ہے۔(23)

یہ پیغمبر کی کامیاب تبلیغی، سیاسی اور عسکری حکمت عملیوں کا نتیجہ تھا کہ انتہائی مختصر وقت میں اسلام اور مسلمانوں کی تعداد ناقابل یقین حد تک بڑھتی چلی گئی۔ اسلام کی ابتدائی جنگ میں فقط تین سو تیرہ افراد شامل ہوئے تھے اور صرف چند سالوں میں یہ تعداد دس ہزار تک جا پہنچی اور آگے چل کر جنگ تبوک کے موقع پر یہ تعداد اس سے بھی بڑھ گئی اور تیس ہزار تک جا پہنچی۔

مدینہ سے روانگی کے بعد بھی مکہ پہنچنے سے پہلے راہ میں بھی پیغمبر اکرم ﷺ کی کئی اہم عسکری حکمت عملیوں پر مشتمل فیصلے نظر آتے ہیں۔ جن کا فائدہ بھی بہت جلد ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے ذکر ہوا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے مکہ پہنچنے سے پہلے میدان اراک میں رات کو آگ روشن کرنے کا فیصلہ کیا جسے دیکھ کر ابوسفیان حیران ہوتا ہے اور مرعوب ہو جاتا ہے۔ جیسے ابوسفیان اور بدیل بن ورقا آپس میں کہہ رہے تھے آج کی رات ہم نے ایسی روشنی دیکھی جیسی کبھی نہیں دیکھی۔ ضرور یہ کوئی لشکر ہے، عباس بن عبد المطلب نے جب یہ سنا تو کہا کہ یہ رسول خدا کا لشکر ہے۔(24)

یہاں سے ظاہر ہوتا ہے کہ میدان میں آگ روشن کرنے کا فیصلہ کتنی حکمت پر مبنی تھا کیونکہ اسی کو دیکھ کر کفار قریش کے سرداروں کے دل میں اس لشکر کے حوالے سے ایک عجیب رعب و وحشت طاری ہوا جس کی وجہ سے وہ مقابلے کی فکر کرنے کے بجائے مسلمانوں کے پاس حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے میں اپنی عافیت جانتے ہیں۔

جب ابوسفیان، عباس بن عبد المطلب کے ساتھ اس کی پناہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور اسلام اور مسلمانوں کی شان و شوکت سے مرعوب ہو کر اسلام قبول کرکے جانے لگا تو آپؐ نے عباس سے فرمایا کہ اس کو راستے کے ایک ٹیلے پر کھڑا کرکے لشکر اسلام کے گزرنے کا نظارہ دکھاؤ۔ تو بعد میں مسلمانوں کی افواج کو دیکھ کر ابوسفیان نے ان کی طاقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ اے عباس بھلا ان لوگوں سے مقابلہ کرنے کی کس میں تاب و طاقت ہے۔ اور پھر ابوسفیان دوڑ کر مکہ پہنچا اور چیخا اور پکار کر کہا کہ اے قریش محمد آگئے ہیں اور ایسا لشکر ان کے ساتھ ہے جس کے مقابلے کی تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے۔(25)

پیغمبر اکرم ﷺ کا ابوسفیان کو ٹیلے پر کھڑا کرا کے لشکر اسلام کا نظارہ کرانے کی حکمت عملی بھی بے مثال فیصلوں میں سے ایک ہے کیونکہ اس کی وجہ سے ابوسفیان کہ جو قریش مکہ کا سردار تھا اور جو اس سے پہلے جنگ خندق میں مسلمانوں کے خلاف قریش کے لشکر کی قیادت بھی کر چکا تھا، مسلمانوں کی عسکری طاقت اور قوت سے انتہائی مرعوب ہو جاتا ہے اور اس کا کھل کر عباس بن عبد المطلب کے پاس اقرار بھی کرتا ہے اور بحیثیت سردار اپنے قوم و قبیلے کے لوگوں کو مقابلہ کی دعوت دینے کے بجائے جان بچانے کی دعوت دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمان اور پیغمبر اکرم ﷺ قریش کی جانب سے بغیر کسی خاص مزاحمت کے مکہ فتح کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور یوں پورے مکہ مکرمہ کے اندر بھی اسلام کا بول بالا ہو جاتا ہے۔

پس ان مطالب کا خلاصہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ ایک نبی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک انتہائی کامیاب عسکری سپہ سالار بھی تھے اور آپؐ اپنے زمانے میں پیش آنے والی جنگوں میں اپنے اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے بھرپور حکمت عملیوں کو بروئے کار لاتے تھے اور یہ آپؐ کی عسکری حکمت عملیوں کا ہی نتیجہ ہے کہ آپؐ کے زمانے میں پیش آنے والی تقریباً تمام جنگوں میں مسلمان کامیاب رہے اور دشمن کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

ورنہ تعداد کے لحاظ سے تقریباً ہر جنگ میں مسلمانوں کی تعداد کم اور دشمن کی تعداد زیادہ ہوتی تھی لیکن اس کے باجود اپنی عسکری حکمت عملیوں کے ذریعے ان جنگوں میں دشمن کو شکست دینے میں ہمیشہ آپؐ کامیاب رہے۔ آپؐ کی جنگوں کی ایک اور اہم خصوصیت یہ تھی کہ یہ جنگیں خالص تربیتی نوعیت کی ہوتی تھیں نہ کہ موجودہ دور کی جنگوں کی طرح صرف لڑائی اور انتقام اور کشور گشائی کے جذبے کے تحت۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کے دور کی جنگوں میں مارے جانے والے لوگوں کی تعداد آج کے دور کے کسی بھی جنگ میں مارے جانے والوں کی تعداد سے انتہائی کم تھی۔ اور جنگوں میں بھی آپؐ اخلاقی اصولوں کی رعایت فرماتے اور بحیثیت نبی تبلیغ کا سلسلہ ہمیشہ ان جنگوں میں بھی جاری رہتا۔(26)

پس ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم میں سے ہر کوئی بشمول ہمارے عسکری و سیاسی رہنما پیغمبر اکرم ﷺ کی مختلف عملی زندگیوں خصوصاً سیاسی، اجتماعی اور جنگی و عسکری امور میں کامیابیوں اور کامرانیوں کو مورد توجہ قرار دیتے ہوئے آپؐ کی زندگی سے اپنے لیے الہام حاصل کریں چونکہ اگر اس نگاہ سے پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی کا جائزہ لیں تو ہماری آج کی مسلم دنیا کے بہت سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

*****

حوالہ جات

1۔السیرۃ النبویۃ (لابن ہشام)، ابن ہشام حمیری معافری (م۲۱۸ھ)، جلد: ۱، صفحہ: ۶۱۴، دار المعرفۃ، بیروت

2۔حج، آیت ۳۹

3۔سیرت النبیؐ، علامہ شبلی نعمانی، علامہ سید سلیمان ندوی، جلد: ۱، صفحہ: ۲۰۳، طبع اول، ۱۹۸۵، دار الاشاعت، کراچی

4۔السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام حمیری معافری، جلد: ۱، صفحہ: ۶۱۴، ۶۱۵۔ المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، العلامۃ احمد بن محمد القسطلانی (م۹۲۳ھ)، تحقیق: صالح احمد الشامی، جلد: ۱، صفحہ: ۳۵۱، الطبعۃ الثانیۃ، ۲۰۰۴م، ۱۴۲۵ھ، المکتب الاسلامی، بیروت۔ السیرۃ الحلبیۃ (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون) ابو الفرج حلبی شافعی (م۱۰۴۴ھ)، جلد: ۲، صفحہ: ۲۰۶، چاپ چہارم، سال ۱۴۲۷ھ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

5۔ جیسے آپؐ نے فرمایا: ان اکتنفکم القوم فانصحوھم عنکم بالنبل۔ اگر ان لوگوں نے تم کو گھیر لیا تو اپنے دفاع کے لیے ان پر تیر برساتے رہو۔ السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام حمیری معافری، جلد: ۱، صفحہ: ۶۲۵، ۶۲۶

6۔بحار الانوار، علامہ باقر مجلسی (م۱۱۱۰ھ) جلد: ۹، صفحہ: ۲۴۰، مؤسسۃ الوفاء، بیروت

7۔ کشف الغمہ، محقق اربلی، جلد: ۱، صفحہ: ۹، نشر بنی ھاشمی

8۔مغازی، محمد بن عمر واقدی (متوفی ۲۰۷ھ)، جلد: ۱، صفحہ: ۱۹۹، ۲۰۰، طبع سوم، سال ۱۴۰۹، دار اعلمی، بیروت

9۔مغازی، محمد بن عمر واقدی، جلد: ۱، ۲۰۷، ۲۰۸

10۔السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام حمیری معافری، جلد: ۲، صفحہ: ۶۶

11۔السیرۃ النبویۃ لابن اسحاق، محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی المدنی (م۱۵۱ھ)، تحقیق و تعلیق: احمد فرید المزیدی، جلد: ۱، صفحہ: ۳۳۴، الطبعۃ الاولی، ۲۰۰۴، ۱۴۲۴ھ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ و السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام حمیری معافری، جلد: ۲، ۶۵، ۶۶

12۔قال: انضح الخیل عنا بالنبل لا یأتونا من خلفنا، و أثبت مکانك إن کانت لنا أو علینا أی و فی روایة «إن رأیتمونا تتخطفنا الطیر فلا تبرحوا حتی أرسل إلیکم، و إن رأیتمونا ظهرنا علی القوم و أوطأناهم فلا تبرحوا حتی أرسل إلیکم» زاد فی روایة «و إن رأیتمونا قد غنمنا فلا تشرکونا». قال و فی روایة أنه قال: أی للرماة «الزموا مکانکم لا تبرحوا منه، فإذا رأیتمونا نهزمهم حتی ندخل فی عسکرهم فلا تفارقوا مکانکم، و إن رأیتمونا نقتل فلا تغیثونا و لا تدفعوا عنا و ارشقوهم بالنبل. فإن الخیل لا تقدّم علی النبل، إنا لن نزال غالبین ما مکثتم مکانکم، اللهم إنی أشهدك علیهم»۔ السیرۃ الحلبیۃ، ابو الفرج حلبی شافعی، جلد: ۲، صفحہ: ۳۰۳

13۔بحار الانوار، علامہ باقر مجلسی، جلد: ۲۰، صفحہ: ۴۹

14۔السیرۃ الحلبیۃ، ابو الفرج حلبی شافعی، جلد: ۲، صفحہ: ۳۰۸

15-السیرۃالنبویۃلابن اسحاق، محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی المدنی، جلد: ۲، صفحہ: ۳۴۸۔ ،المواهب المدنیہ بالمنح المحمدیہ، احمد بن محمد القسطلانی، جلد: ۱، صفحہ: ۴۱۳

16-السیرۃالنبویۃلابن اسحاق، محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی المدنی، جلد: ۱، صفحہ: ۳۳۲۔ السیرۃالنبویۃ، لابن ہشام حمیری معافری، جلد: ۲، صفحہ: ۶۴۔ ، سیرت النبیؐ، شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، جلد: ۱، صفحہ: ۲۱۸۔

17-المغازی، محمد بن عمر الواقدی، جلد: ۲، صفحہ: ۴۴۵۔

نیز دیکھیے: تاریخ الیعقوبی، احمد بن ابی یعقوب (م ۲۸۴ھ)، جلد: ۲، صفحہ: ۵۰، انتشارات اہلبیت، قم۔ والکامل فی التاریخ، بن اثیر جزری (۶۳۰ھ)، جلد: ۲، صفحہ: ۱۷۸، سال ۱۳۸۵، دار الصادر، بیروت ۔ والمواهب المدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، احمد بن محمد القسطلانی، جلد: ۱، صفحہ: ۴۴۶۔

18-السیرۃالحلبیۃ، ابو الفرج حلبی شافعی، جلد: ۲، صفحہ: ۴۲۲۔

19-السیرۃالنبویۃلابن اسحاق، محمد بن اسحاق بن یسار، جلد: ۲، صفحہ: ۵۰۴۔ ۔السیرۃالنبویۃ، ابن ہشام حمیری معافری، جلد: ۲، صفحہ: ۳۷۳۔

20-السیرۃالنبویۃلابن اسحاق، محمد بن اسحاق بن یسار، جلد: ۲، صفحہ: ۵۰۵۔ السیرۃالنبویۃ، ابن ہشام حمیری معافری، جلد: ۲، صفحہ: ۳۷۵ ۔

21-السیرۃالنبویۃ، ابن ہشام حمیری معافری، جلد: ۲، صفحہ: ۳۸۹، ۳۹۰۔ السیرۃالنبویۃلابن اسحاق، محمد بن اسحاق بن یسار، جلد: ۲، صفحہ: ۵۱۴

22-السیرۃالنبویۃ، ابن ہشام حمیری معافری، جلد: ۲، صفحہ: ۳۹۷، السیرۃالنبویۃلابن اسحاق، محمد بن اسحاق، بن یسار، جلد: ۲، صفحہ: ۵۱۹

23-السیرۃالنبویۃلابن اسحاق، محمد بن اسحاق بن یسار، جلد: ۲، صفحہ: ۵۲۱۔

24-السیرۃالنبویۃ، ابن ہشام حمیری معافری، جلد: ۲، صفحہ: ۴۰۲، السیرۃالنبویۃلابن اسحاق، محمد بن اسحاق بن یسار، جلد: ۲، صفحہ: ۵۲۳

25-السیرۃالنبویۃ، ابن ہشام حمیری معافری، جلد: ۲، صفحہ: ۴۰۴، السیرۃالنبویۃلابن اسحاق، محمد بن اسحاق بن یسار، جلد: ۲، صفحہ: ۵۱۴، ۵۲۵

26-پیغمبر اکرم ﷺ کی جنگوں کے موقع پر دعوت و تبلیغ کی حکمت عملیوں کے بارے میں بھی راقم ایک تحقیقی مقالہ پر کام کر رہا ہے۔ جس میں انشااللہ آپؐ کی جانب سے جنگوں میں کی جانے والی تمام تبلیغی کاوشوں اور حکمت عملیوں کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے گا۔